سرکاری مناصب وذرائع کا ذمہ دارانہ استعمال

(تعلیمات نبوی کی روشنی میں)

Responsible Use of Official Positions & Sources (in the light of prophetic teachings)

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری *

ABSTRACT

Allah is the real owner of sovereignty and ruler of the universe. He honored the man in this world being His representative. The position awarded to Man is itself a very important responsibility. He cannot fulfil his obligations until he may be in a position to maintain balance between his rights and duties. This approach based on moderation is a realistic demand from the ruler and the people to be ruled as well. Ruler should use this authority with care.

Ruler of a country possesses official authority as a sacred responsibility. Coming to a broader sense, one can say that all government and non-government positions and offices have been delegated powers and authorities. So it is necessary to use them responsibly. On the contrary, if these authorities are abused, entire social system will be spoiled.

Prophet (ﷺ) of Islam was the first ruler who set such ethical standards that should be followed by the rulers of the world. Therefore, it is important that eligible individuals be appointed to important positions. We have clear and practical guidance from teachings of Prophet Muhammad (ﷺ) in this regard.

Keywords: Sovereignty, Official Authority, Ruler, Allah's representative.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اللہ رب العالمین اس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ وہی اقتدار اعلیٰ کا مالک اور حاکم حقیقی ہے۔ اسی کا حکم ہر شئی پر رواں دواں ہے۔ اسی نے انسان کو اس دنیا میں اپنا نائب اور خلیفہ ہونے کا اعزاز بخشا ہے۔ انسان کا یہ منصب بذات خود بہت بڑی اور اہم ذمہ داری ہے، وہ اپنی ذمہ داریوں سے اس وقت صحیح طور پر عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک وہ حقوق و فرائض کی ادائیگی میں توازن واعتدال قائم نہ کر سکے، اعتدال و توسط پر مبنی یہ رویہ اس امت کی شان رفعت اور پہچان بھی ہے جو اس سے ہر معاملے میں مطلوب ہے خواہ حاکم ہو یا محکوم، راعی ہو یا رعیت، حاکم کو خود کو راعی سمجھ کر اس امانت کا استعمال کرنا چاہیے۔

ملک کے سربراہ کے پاس حکومت ایک مقدس امانت اور ذمہ داری ہے اور یہ امانت صرف یہی تک محدود نہیں بلکہ اس میں تمام سرکاری اور غیر سرکاری مناصب اور عہدے امانت ہیں۔ ان کا ذمہ دارانہ استعمال بے حد ضروری ہے۔ مناصب اور عہدے عوام کی طرف سے حکمرانوں اور سربراہان کے پاس جمع شدہ چھوٹی بڑی امانتوں کا مجموعہ ہوتے ہیں یہ امانتیں حقوق کی شکل میں بھی ہو سکتی ہیں اور مملکت کے ذمہ داران ایک منشی بن کر ان حقوق کی حفاظت کرتے ہیں، اگر ان مناصب سے غفلت برتی جائے یا ان کا ناجائز استعمال کیا جائے اور مناصب کو اپنی طاقت اور پیسہ کے زور پر نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو ملک ہر طرح سے تباہی کا شکار ہو کر معاشرہ ظلم کی وجہ سے بگاڑ کی طرف نکل جاتا ہے، اسلئے ضروری ہے کہ مناصب پر اہل افراد کا تقرر کیا جائے اس سلسلے میں ہمیں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے واضح راہنمائی ملتی ہے۔ تمام مناصب اور ان کی امانتوں کی بہترین ادائیگی اپنی رعیت ہو یا دیگر سب کو عملاً کر کر دکھانے والی وہ ہستی سیدنا محمد مصطفی ﷺ کی ہے۔

آپ ﷺ قرآن کے تابع اور مطلوبہ معیار کے وہ پہلے حاکم وراعی اور خلیفہ تھے، جنہوں نے اخلاق و کردار میں وہ معیارات قائم کیے ہیں، جو دنیا والوں کے لیے سنت مطاع ہیں اور نبوت کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے امانت و دیانت، صداقت اور شہادت کے فلسفے کے اعلیٰ معیارات، نشانات راہ اور سنگ میل متعین فرما کر دنیا سے رخت سفر باندھا، حکمران ہو تو ایسا ہو جو زیر دستوں کو زبردستوں کے استبداد سے بچاتا ہے۔

خلفائے راشدین اولی الامر تھے اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر کار بند تھے ۔ انہوں نے قرآن کے مطلوبہ نظام خلافت کو جاری وساری فرمایا، اس لئے اس عہد مبارک کے درخشاں پہلوؤں کو بطور استشہاد بیان کیا جارہاہے۔

مقالہ ہذا میں طائرانہ جائزہ لیا جارہاہے کہ آنحضرت ﷺ نے بطور حاکم، راعی اور خلیفہ کی حیثیت سے یہ ذمہ داریاں کیسے نبھائی ہیں؟ اس بارے آپ ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟ جو رہتی دنیا کے لیے مینارہ نور ہیں۔ آپ ﷺ چونکہ قرآن مجید کا چلتا پھرتا نمونہ تھے اس لئے اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی تعلیمات کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔

الفاظ (سرکاری، مناصب، وذرائع) کے لغوی واصطلاحی مفاہیم

ا: سرکاری کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

لغوی مفہوم: سرکاری کے لئے عربی میں الحُكومةُ کا لفظ مستعمل ہے، ابن فارس کہتے ہیں: **"الحاء والكاف والميم، أصل واحد وهو المنع يقال "حكم الرجل عن الظلم" اى ردُّ الرَّجُل عن الظلم"**[۱] (ح،ك، م) حکم ایک اصل ہے جو منع کر دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔ کہا جاتا ہے **"حكم الرجل عن الظلم"** یعنی آدمی کو ظلم سے روکا گیا)۔

اصطلاحی مفہوم : **"جِهَازٌ سِيَاسِيٌّ يَتَكَوَّنُ مِنْ عِدَّةِ وُزَرَاءَ يُسَيِّرُونَ شُؤُونَ البِلاَدِ وَمَرَافِقَهَا فِي شَتَّى الْمَجَالاَتِ تَحْتَ رَئِيسِ الوُزَرَاءِ"**[۲] (ایک سیاسی نظام یا کمیٹی ہے جو کئی وزراء پر مشتمل ہوتی ہے، وزیر اعظم کے تحت مختلف شعبوں میں ملک کے امور اور اس کی سہولیات کی نگرانی کرتی ہے)۔

۲: مناصب کا لغوی واصطلاحی مفہوم

لغوی مفہوم : ابن منظور علامہ زبیدی بیان کرتے ہیں **"المنْصبُ (ن ص ب) جمع مَناصِبُ هو مَا يَتولاّهُ الرَّجُلُ من العَمَل"**[۳] (منصب کی جمع مناصب ہے جو کہ حکومتی خدمت، کام، ڈیوٹی معانی میں مستعمل ہے)۔

اصطلاحی مفہوم: المنْصبُ "وهو ما يتولاه المرءُ من عمل، يقال تولّى منصبَ الوزارة أَو القضاء ونحوِهما"[۴] (منصب کہتے ہیں کسی عہدے، درجے اور ذمہ داری کے اوپر فائز ہونے کو، جیسے کہتے ہیں منصب وزارت، منصب قضاء وغیرہ)۔

۳: ذرائع کا لغوی واصطلاحی مفہوم

لغوی مفہوم: الذَّرِيعة: الْوَسِيلَةُ. وَقَدْ تَذَرَّع فُلَانٌ بذَرِيعةٍ أَي توسَّل، وَالْجَمْعُ الذرائعُ يقال تَذَرَّع فلان بذَرِيعةٍ أَي توسَّل "[۵]

لغت میں ذریعہ وسیلہ کو کہتے ہیں۔ جس کی جمع ذرائع ہے۔ کہا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی وسیلے سے کوئی کام کرے)۔

اصطلاحی مفہوم: الذَّرِيعة بمعناها العام هي:"الوسيلة التي تكون طريقاً إلى الشَّيء"[۶]

(ذریعہ کا عمومی معنی یہ ہے ایک ایسا وسیلہ جو کسی شئ کے حصول کا ذریعہ ہو)۔

سرکاری مناصب وذرائع:

سرکاری مناصب اور عہدے چونکہ امانت ہوتے ہیں اس لئے قرآن کریم کے مطابق یہ امانت اہل لوگوں کے حوالے کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ
أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعَۢا بَصِيرٗا ﴾[۷]

(مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو)۔

علامہ ابن العربی رقمطراز ہیں:

"هذه الآيةُ في أداء الأَمَانَةِ، والحكْم بين الناس عامَّة في الوُلَاة والخَلْق لأنَّ كُلَّ مسلمٍ عَالِمٌ، بل كلّ مسلم حاكم، ووالى [۸]

(یہ آیت کریمہ ادائے امانت اور لوگوں کے مابین فیصلہ کرنے میں ولاۃ اور مخلوق میں عام ہے۔کیونکہ ہر مسلمان عالم ہے بلکہ ہر مسلمان حاکم اور والی ہے)۔

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں 'جو خاندانی طور پر خانہ کعبہ کے دربان وکلید برادر چلے آرہے تھے 'نازل ہوئی ہے۔ آیت کا یہ سبب نزول اگرچہ خاص ہے، لیکن اس کا حکم عام ہے اور اس کے مخاطب عوام اور حکام دونوں ہیں۔اس حکم کا مخاطب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عام مسلمان ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ خاص امراءوحکام مخاطب ہوں اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ہر وہ شخص مخاطب ہے جو کسی امانت کا امین ہے،اس میں عوام بھی داخل ہیں اور حکام بھی۔

مفتی شفیع فرماتے ہیں۔

"یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن حکیم نے لفظ امانت بصیغہ جمع استعمال فرمایا جس میں اشارہ ہے کہ امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو جس کو عام طور پر امانت کہا اور سمجھا جاتا ہے، بلکہ امانت کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں..... حکومت کے مناصب اللہ کی امانتیں ہیں:- اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں جس کے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ میں عزل و نصب کے اختیارات ہیں، ان کے لئے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کر دیں جو اپنی عملی یا علمی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں ہے، بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کے لئے اپنے دائرہ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں۔"[۹]

ابوالاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں:

"بنی اسرائیل کی بنیادی غلطیوں میں سے ایک یہ تھی کہ انہوں نے اپنے انحطاط کے زمانہ میں امانتیں، یعنی ذمہ داری کے منصب اور مذہبی پیشوائی اور قومی سرداری کے مرتبے (Positions of trust) ایسے لوگوں کو دینے شروع کر دیے جو نااہل، کم ظرف، بداخلاق، بددیانت اور بدکار تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برے لوگوں کی قیادت میں

ساری قوم خراب ہوتی چلی گئی۔ مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تم ایسا نہ کرنا بلکہ امانتیں ان لوگوں کے سپرد کرنا جو ان کے اہل ہوں.....(۱۰)

دستور مملکت کے چند زریں اصول

آیت کی روشنی میں دستور مملکت کے چند بنیادی اصول درجہ ذیل ہیں۔

۱- اقتدار اعلی صرف اللہ تعالی کا ہے "إن الله يأمركم" سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اصل حکم اللہ تعالی کا ہے، سلاطین دنیا سب اس کے مامور ہیں۔

۲- حکومت کے عہدے باشندگان ملک کے حقوق نہیں جن کو تناسب آبادی کے اصول پر تقسیم کیا جائے، بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے دی ہوئی امانتیں ہیں جو صرف ان کے اہل اور لائق لوگوں کو دیئے جاسکتے ہیں۔

۳- زمین پر انسان کی حکمرانی صرف ایک نائب وامین کی حیثیت سے ہو سکتی ہے وہ ملک کی قانون سازی میں ان اصول کا پابند رہے گا جو حاکم مطلق کی طرف سے بتائے گئے ہیں۔

۴- حکام وامراء کا فرض ہے کہ جب کوئی مقدمہ ان کے پاس آئے تو نسل ووطن اور رنگ وزبان، مذہب ومسلک کا امتیاز کئے بغیر عدل وانصاف کا فیصلہ کریں۔

امانت کا مفہوم اور اس کا دائرہ کار

جمہور مفسرین کے نزدیک دین کے تمام وظائف واعمال اور شریعت کے تمام احکام واوامر و نواہی کا مجموعہ امانت ہیں۔اس لئے امانت ادا کرنے کا حکم عام ہے،خواہ مذاہب میں ہو،عقائد میں ہو یا معاملات میں سب امانت میں داخل ہیں۔

اس لئے بجاطور پر کہا جاسکتا ہے کہ احکام شریعت امانت ہیں: امانت سے مراد احکام شریعت کا مکلف ومامور ہونا ہے جن پر پورا اترنے پر اجر وثواب اور جنت کی دائمی نعمتوں کا وعدہ اور خلاف ورزی پر عذاب جہنم کی وعید ہے۔ حکومت کے مناصب امانتیں ہیں: مملکت کا حاکم،وزرا،حکام، قاضی، تمام سرکاری اداروں کے تمام افسران، حکام اور اداروں کے سربراہان کا فرض ہے کہ مناصب اہل لوگوں کے سپرد

کریں۔ مہتمم اور متولی کے پاس مدرسہ ومسجد امانت ہیں، اسلامی علوم کی تعلیم دینے والے عالم دین کے پاس دین وشریعت کا علم امانت ہے۔استاد کے پاس طلباء، انہیں پڑھانا، تیاری ومحنت کروانا اور وقت تدریس امانت ہیں، والدین کے پاس اولاد امانت ہے، والدینپر ضروری ہے۔ کہ وہ ان کی تعلیم وتربیت کا خصوصی خیال رکھیں، زوجین ایک دوسرے کے لئے امانت ہیں، مجلس امانت ہے، مشورہ امانت ہے۔ غرضیکہ آیت کریمہ میں ان سب امانتوں کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ درحقیقت ہر وہ چیز امانت ہے جس کے ساتھ کسی دوسرے کا حق متعلق ہو اور اس کی حفاظت اور مالک کی طرف اس کی ادائیگی ہر حالت میں انسان پر واجب ہے۔ اس لئے حکام اور اداروں کے سربراہان کا فرض ہے کہ مناصب اہل لوگوں کے سپرد کریں نیز اہل اور امین افراد کو عہدے تفویض کریں اور منصب پر فائز افرد کو چاہیے کہ عدل وانصاف اور دیانت داری سے کام لیں۔ سرکاری عہدوں کو اپنی ذاتی جاگیر نہ سمجھیں۔

سرکاری مناصب وذرائع اور تعلیمات نبوی

سرکاری مناصب وذرائع کے صحیح استعمال کے بارے میں آنخضرت ﷺ کی تعلیمات اور فرمودات بہت زیادہ ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ کے بیسیوں واقعات اس پر شاہد عدل ہیں۔

تاہم اختصار کے ساتھ اس بارے میں آنخضرت ﷺ کی تعلیمات اور زریں اصول بیان کیے جارہے ہیں:

ا: عہدہ یا منصب امانت ہے:

آنخضرت ﷺ نے سرکاری مناصب وعہدوں کو امانت قرار دیا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے طلب امارت کے جواب میں آنخضرت ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّك ضَعِيفٌ إِنَّهَا أَمَانَةٌ، وَخِزْيٌ، وَنَدَامَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا)) [11]

(اے ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ امارت امانت ہے اور یہ قیامت کے دن کی رسوائی اور شرمندگی ہے سوائے اس کے جس نے اس کے حقوق پورے کئے اور اس بارے میں جو اس کی ذمہ داری تھی اس کو ادا کیا)۔

۲: عہدہ کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے:

عہدہ یا منصب کا مطالبہ کرنا جائز نہیں، حضور ﷺ نے عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

((لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ تُعْطَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ تُوَكَّلْ إِلَيْهَا، وَإِنْ تُعْطَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ تُعَنْ عَلَيْهَا)) [۱۲]

(امارت طلب نہ کر اس لئے اگر تمہیں طلب کرنے کے بعد امارت دیدی گئی تو تم اس کے حوالے کر دیئے جاؤ گے اور اگر بغیر مانگے تمہیں مل جائے تو تمہاری مدد کی جائے گی)۔

۳: عہدہ کا مطالبہ کرنے والا محروم ہوگا:

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور دو آدمی میرے چچا کے بیٹوں میں سے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو ان دو آدمیوں میں سے ایک نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو ملک عطا کئے ہیں، ان میں سے کسی ملک کے معاملات ہمارے سپرد کر دیں۔ دوسرے نے بھی اسی طرح کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **((إِنَّا وَاللَّهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ** [۱۳] (اللہ کی قسم ہم اس کام پر اس کو مامور نہیں کرتے جو اس کا سوال کرتا ہو یا اس کی حرص کرتا ہو)۔

۴: منصب وعہدہ کی اہلیت کی شرائط:

قرآن کریم نے کسی کام یا منصب (Post) کے لئے مختلف شرائط بیان کی ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں دو شرطوں کا ذکر ہے [۱۴]

۱-علم ۲- کام کی قوت وصلاحیت

سورۃ یوسف میں مزید دو شرطوں کا ذکر ہے۔[۱۵]

ا۔ نگرانی ۲۔ علم

سورۃ القصص میں دیگر دو شرطوں کا ذکر ہے۔[١٦]

ا۔ قوت وصلاحیت ۲۔ امانت

اس لئے ضروری ہے۔ نوکر اور ملازم کو جس کام یا منصب کے لئے رکھا جائے، اس میں درج بالا شرائط پائی جائیں۔

۵: حکومتی مناصب سے بیزاری:

آنحضرت ﷺ نے امراء، چوہدریوں اور حکومتی اہلکاروں کی قیامت کے دن حکومتی مناصب سے بیزاری کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((وَيْلٌ لِلْأُمَرَاءِ، وَيْلٌ لِلْعُرَفَاءِ، وَيْلٌ لِلْأُمَنَاءِ، لَيَتَمَنَّيَنَّ أَقْوَامٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَّ ذَوَائِبَهُمْ كَانَتْ مُعَلَّقَةً بِالثُّرَيَّا، يَتَذَبْذَبُونَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَلَمْ يَكُونُوا عَمِلُوا عَلَى شَيْءٍ)) [١٧]

(امراء، چوہدریوں اور حکومتی اہلکاروں کے لئے ہلاکت ہے یہ لوگ قیامت کے دن تمنا کریں گے کہ ان کی چوٹیاں ثریا ستارے سے لٹکی ہوتیں اور یہ آسمان وزمین کے درمیان تذبذب کا شکار ہوتے لیکن کسی ذمہ داری پر کام نہ کیا ہوتا)۔

٦ : نااہل عہدہ دار قیامت کی نشانی ہے:

آنحضرت ﷺ نے نااہل عہدہ دار کو قیامت کی نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

((إِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((إِذَا أُسْنِدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) [١٨]

(جب امانتیں ضائع کی جائیں تو قیامت کا انتظار کرو، سائل نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس کا ضیاع کیسے ہوگا؟ فرمایا: جب معاملات نااہلوں کے سپرد ہوں تو قیامت کا انتظار کرو)۔

۷: حکمران ذمہ دار ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اللَّهُمَّ أَرْشِدْ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ)) (۱۹)

(امام ضامن ہے اور موذن امانتدار ہے۔ اے اللہ تو اماموں کو (علم و عمل کی) توفیق عطا فرما اور موذن کی بھول چوک معاف فرما۔

۸: معاشرے کا ہر فرد ذمہ دار اور نگران ہے:

آپ ﷺ نے امانت کے مفہوم کو وسیع کرتے ہوئے ہر فرد معاشرے کو ذمہ دار و نگرانِ امانت قرار دیا ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) (۲۰)

(تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی، آدمی اپنے اہل پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی، خادم اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پرشش ہوگی)۔

۹: امانت دار کی تعیناتی:

آنحضرت ﷺ نے اہلیت کی بنیاد پر ذمہ داریوں کی تقسیم کاری کی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نجران کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہماری طرف کسی امانت دار آدمی کو بھیج دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ حَقَّ أَمِينٍ قَالَ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ قَالَ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ)) (۲۱)

(میں تمہاری طرف ایک ایسے امانت دار آدمی کو بھیج رہا ہوں کہ جو یقینا امانت دار ہے یقینا امانت دار ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس طرف اپنی نظروں کو جما لیا راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا)۔

۱۰: نیک مشیر اور بُرے مشیر:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمران اور کسی بھی عہدہ دار کے سامنے نیک اور برے مشیر کے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

((مَا مِنْ نَبِيٍّ وَلَا وَالٍ إِلَّا، وَلَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ، وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا، وَمَنْ وُقِيَ شَرَّهُمَا، فَقَدْ وُقِيَ، وَهُوَ مِنَ الَّتِي تَغْلِبُ عَلَيْهِ مِنْهُمَا)) (۲۲)

(کوئی نبی یا حکمران ایسا نہیں ہے کہ اس کے دو قسم کے مشیر نہ ہوں ایک گروہ اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا گروہ (اس بدنصیبی میں اپنا کردار ادا کرنے میں) کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔ جو ان دونوں کے شر سے بچ گیا وہ محفوظ رہا اور جو گروہ اس پر غالب آ گیا اس کا شمار انہی میں ہو گا)۔

۱۱: عمال کا محاسبہ:

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسد کے ابن التبیہ کو زکوۃ وصولی کا عامل بنایا جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا یہ لو مالِ زکوۃ اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

((أَفَلَا قَعَدَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ، أَوْ فِي بَيْتِ أُمِّهِ، حَتَّى يَنْظُرَ أَيُهْدَى إِلَيْهِ أَمْ لَا؟ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَنَالُ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ)) (۲۳)

(تم میں سے کوئی شخص اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہیں بیٹھتا کہ یہ تحفے اس کو مل جائیں۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم میں سے جو بھی (کوئی ناجائز) چیز ہم سے حاصل کرتا ہے وہ گردن پر اٹھا کر قیامت کے دن لائے گا)۔

۱۲: غیر اہل کو منصب سونپنے والا خائن ہے:

آنحضرت ﷺ نے غیر اہل کو منصب سونپنے والے شخص کو خائن قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ تَوَلَّى مِنْ أُمَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا فَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ فِيهِمْ مَنْ هُوَ وَلَى بِذَلِكَ وَأَعْلَمُ مِنْهُ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ، فَقَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَجَمِيعَ الْمُؤْمِنِينَ)) [۲۴]

(جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل (باصلاحیت) اور اہل ہے اس نے اللہ، رسول کریم ﷺ اور تمام مسلمانوں کی خیانت کی)۔

۱۳: دوستی و تعلق کی بنیاد پر منصب دینے والا جہنمی ہے:

آنحضرت ﷺ نے محض دوستی و تعلق کی بنیاد پر منصب دینے والے شخص کو جہنمی ہے قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَحَدًا مُحَابَاةً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلا عَدْلًا حَتَّى يُدْخِلَهُ جَهَنَّمَ)) [۲۵]

(جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی بنیاد پر (بغیر اہلیت وصلاحیت کے) دے دی اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل نہ ہو جائے)۔

۱۴: قرابت داری کی بنیاد پر منصب دینے والا خائن ہے۔

ایک روایت میں مروی ہے:

((من استعمل رجلا لمودة أو لقرابة لا يستعمله إلا لذلك فقد خان الله ورسوله والمؤمنين)) (۲۶)

(جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی یا قرابت داری کی بنیاد پر (بغیر اہلیت وصلاحیت کے) دے دی تو اس نے اللہ، رسول کریم ﷺ اور تمام مسلمانوں کی خیانت کی)۔

۱۵: فاجر کو منصب سونپنے والا فاجر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((من استعمل فاجرا وهو يعلم انه فاجر فهو مثله)) (۲۷)

(جس شخص نے کوئی عہدہ کسی فاجر شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ وہ فاجر ہے تو وہ شخص اس کے مثل فاجر ہے)۔

۱۶: حکومتی اہلکاروں کے تحائف خیانت ہیں:

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((هَدَايَا الأُمَرَاءِ غُلُولٌ)) (۲۸)

ترجمہ: عمال کے ہدایا اور تحائف خیانت ہیں۔

۱۷: خائن حاکم جہنمی ہے:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنْ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) (۲۹)

(جو شخص مسلمان رعیت کا حاکم ہو اور وہ اس حال میں مر جائے کہ ان سے خیانت کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا)۔

۱۸: خائن عہدہ دار کی سزا:

آنحضرت ﷺ نے خائن عہدہ دار کی سزا ان الفاظ میں بیان کی ہے:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))[۳۰]

(جس شخص کو اللہ تعالیٰ کوئی عہدہ دیں اور وہ اس حال میں مر جائے کہ وہ ان سے خیانت کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا)۔

۱۹: ظالم حکمران کو قوت دینے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَشَى مَعَ ظَالِمٍ يُقَوِّيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ)) [۳۱]

(جو ظالم کے ساتھ اس لئے چلتا ہے کہ اسے قوت مہیا کریں، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہے)۔

۲۰: سوئی / دھاگہ چھپانے والا عامل خائن ہے:

آنحضرت ﷺ نے سوئی یا اس سے بھی کسی کم چیز کو چھپانے والے شخص کو خائن قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ، كَانَ غُلُولًا يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [۳۲]

(تم میں سے جس آدمی کو ہم کسی پر عامل مقرر کریں اور اس نے ہم سے ایک سوئی یا اس سے بھی کسی کم چیز کو چھپا لیا تو یہ خیانت ہو گی اور وہ قیامت کے دن اسے لے کر حاضر ہو گا)۔

ایک دوسری روایت میں دھاگہ کا ذکر ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ لَنَا عَلَى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِنْهُ مَخِيطًا فَمَا فَوْقَهُ فَهُوَ غُلٌّ يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (۳۳)

(لوگو! تم میں سے جو شخص ہمارے لئے کوئی کام کرتا ہے اور ہم سے ایک دھاگہ یا اس سے بھی معمولی چیز چھپاتا ہے تو وہ خیانت ہے جس کے ساتھ وہ قیامت کے دن آئے گا)۔

۲۱: زائد حکومتی سہولتیں حاصل کرنے والا عہدہ دار خائن ہے:

آنحضرت ﷺ نے حکومتی اہلکاروں اور عہدہ داراں کے لئے بعض حکومتی سہولتوں کی اجازت دی ہے۔ اور جو ان سے زائد حکومتی سہولتیں حاصل کرے گا، وہ خائن اور چور ہو گا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ وَلِيَ لَنَا عَمَلًا فَلَمْ يَكُنْ لَهُ زَوْجَةٌ فَلْيَتَزَوَّجْ أَوْ خَادِمًا فَلْيَتَّخِذْ خَادِمًا أَوْ مَسْكَنًا فَلْيَتَّخِذْ مَسْكَنًا أَوْ دَابَّةً فَلْيَتَّخِذْ دَابَّةً فَمَنْ أَصَابَ شَيْئًا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ غَالٌّ أَوْ سَارِقٌ)) (۳۴)

(جو شخص ہماری طرف سے عامل نامزد ہو اور اس کے پاس (متعلقہ شہر میں) کوئی گھر نہ ہو تو وہ گھر بنا سکتا ہے، بیوی نہ ہو تو شادی کر سکتا ہے، خادم نہ ہو تو رکھ سکتا ہے، سواری نہ ہو تو رکھ سکتا ہے لیکن اس کے علاوہ جو کچھ لے گا، وہ اللہ کے یہاں خائن اور چور شمار ہو گا)۔

۲۲: تنخواہ سے زائد حاصل کرنے والا عہدہ دار خائن ہے:

تنخواہ اور وظیفہ سے زائد حاصل کرنے والے عہدہ دار کو آنحضرت ﷺ نے خائن قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ)) (۳۵)

(ہم نے جس کو بھی کسی کام پر مامور کیا تو اس کا وظیفہ اور تنخواہ مقرر کی ہے، پھر اس کے بعد جو کچھ وہ اس سے زائد حاصل کرے وہ چوری اور خیانت ہے)۔

۲۳: عہدہ دار حکومتی ذرائع کو اپنی مرضی سے استعمال نہیں کرسکتا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ، فَلْيَجِئْ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ، فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَ، وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهَى)) [۳۶]

(جس شخص کو ہم کسی ذمہ داری پر فائز کریں وہ تھوڑا اور زیادہ سب ہمارے پاس لے کر آئے، پھر اس میں سے جو اسے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روکا جائے، اس سے رک جائے)۔

۲۴: عہدہ داراں کو نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم:

آنحضرت ﷺ نے عہدہ داراں کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللهُمَّ، مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ)) [۳۷]

(اے اللہ میری اس امت میں سے جس کو کسی معاملہ کا والی بنایا جائے اور وہ ان پر سختی کرے تو تو اس پر سختی کر اور میری امت میں سے جس کو کسی معاملہ کا والی بنایا جائے وہ ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر)۔

۲۵: حاکم کی بدگمانی فساد کا باعث ہے:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ الْأَمِيرَ إِذَا ابْتَغَى الرِّيبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ)) [۳۸]

(جب امیر (حاکم) لوگوں میں گمان ڈھونڈے گا (ان کے معاملات میں) واضح شرعی ثبوت کے بجائے محض گمان پر عمل کرے گا تو انہیں بگاڑ دے گا)۔

۲۶: منصب کے جائز وناجائز ذرائع:

منصب کے حلال ذرائع میں سے جائز سفارش ہے۔ اسلام جائز سفارش کی اجازت دیتا ہے، جبکہ ناجائز سفارش حرام قرار دیتا ہے۔ قرآن اور نبی پاک ﷺ کی تعلیمات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَّن يَشْفَعْ شَفَٰعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُۥ نَصِيبٌ مِّنْهَا ۖ وَمَن يَشْفَعْ شَفَٰعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُۥ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ ﴾ (۳۹)

(جو بھلائی کی سفارش کریگا وہ اس میں سے حصّہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصّہ پائے گا)۔

نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا)) (۴۰)

(سفارش کرو تا کہ تمہیں سفارش کا ثواب مل جائے)۔

منصب کے حرام ذرائع میں سے طاقت، اثر رسوخ، رشوت ستانی سے عہدہ حاصل کرنا ہے۔

سرکاری مناصب وذرائع اور عہد خلفاء راشدین

سرکاری مناصب وذرائع کے حوالے سے خلفاء راشدین کا طرز عمل کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے کہ وہ اس باب میں کس قدر اسوۂ نبوی پر کاربند تھے۔

۱: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک کے نظم ونسق کو بہترین اصولوں پر قائم کرتے ہوئے عہدوں کی تقسیم عہدیداروں کا صحیح انتخاب کیا۔ آپ جب کسی کو کسی ذمہ داری پر عہدہ پر مامور فرماتے تو عموماً بلا کر اس کے فرائض کی تشریح کر دیتے اور نہایت موئثر الفاظ میں سلامت روی و تقویٰ کی نصیحت فرماتے، چنانچہ یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ کو جب شام کی امارت سپرد کی تو انہیں ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:

"يَا يَزِيدُ،إِنَّ لَكَ قَرَابَةً عَسَيْتَ أَنْ تُؤْثِرَهُمْ بِالْإِمَارَةِ، وَذَلِكَ أَكْبَرُ مَا أَخَافُ عَلَيْكَ" (۴۱)

(اے یزید تمہاری قرابت داریاں ہیں شاید تم ان کو اپنی امارت سے فائدہ پہنچاو، در حقیقت یہی سب سے بڑا خطرہ ہے جس سے میں ڈر تا ہوں)۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے، خلیفہ ہونے کے بعد بھی حسب معمول کندھے پر کپڑوں کے تھان رکھ کر بازار کی طرف روانہ ہوتے۔ جب خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ اپنا ذاتی کام نہ کر سکے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیت المال سے آپ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مقرر کر دیا(۴۲)۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام دولت راہ خدا میں لٹا دی، یہاں تک کہ زمانہ خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ چھ ہزار کے مقروض ہو گئے لیکن مسلمانوں کا ایک حبہ بھی اپنی ذات پر صَرف کرنا یا اولاد کے لیے چھوڑ جانا گوارہ نہ ہوا۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی، تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ "میرا فلاں باغ بیچ کر بیت المال کا قرض ادا کر دیا جائے اور میرے مال میں جو چیز فاضل نظر آئے، وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی جائے۔"(۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وفات کے بعد جائزہ لیا گیا تو صرف یہ چیزیں زائد نکلیں: ایک غلام، لونڈی، دو اونٹنیاں۔ چنانچہ تمام چیزیں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔ خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے عبرت کے آنسو نکل آئے۔ رو کر بولے: ابو بکر رضی اللہ عنہ! خدا تم پر رحم کرے، تم نے پس از مرگ بھی زہد کا دامن نہ چھوڑا اور کسی کو نکتہ چینی کا موقع نہ دیا۔(۴۴)

۲ : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت جمہوری طرز حکومت سے مشابہ تھی تمام ملکی و قومی مسائل مجلس شوریٰ میں پیش ہو کر طے پاتے تھے۔ آپ نے خلیفہ وقت کے اختیارات کے متعلق خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعدد موقع پر تصریح کر دی تھی کہ حکومت کے لحاظ سے ان کی کیا حیثیت ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی ایک تقریر کے چند فقرے ملاحظہ ہوں:

"مجھ کو تمہارے مال میں اسی طرح حق ہے جس طرح یتیم کے مال میں اس کے مربی کا ہوتا ہے، اگر میں دولتمند ہوں گا تو کچھ نہ لوں گا اور اگر صاحب حاجت ہوں

گا تو اندازہ سے کھانے کے لیے لوں گا۔ صاحبو! میرے اوپر تمہارے متعدد حقوق ہیں جن کا تم کو مجھ سے مؤاخذہ کرنا چاہیے ایک یہ کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بے جا طور پر صرف نہ ہونے پائے، ایک یہ کہ تمہارے روزینے بڑھاوں اور تمہاری سرحدوں کو محفوظ رکھوں اور یہ کہ تم کو خطروں میں نہ ڈالوں۔"(۴۵)

مذکورہ بالا تقریر صرف دلفریب خیالات کی نمائش نہ تھی، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت سختی کے ساتھ اس پر عمال بھی تھے، واقعات اس کی حرف بحرف تصدیق کرتے ہیں، ایک دفعہ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا یہ خبر سن کر کہ مال غنیمت آیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا کہ امیر المؤمنین! میں ذوالقربی میں سے ہوں، اس لیے اس مال میں سے مجھ کو بھی عنایت کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بے شک تم میرے خاص مال میں حق رکھتی ہو لیکن یہ تو عام مسلمانوں کا مال ہے۔"(۴۶)

ایک دفعہ خود بیمار پڑے، لوگوں نے علاج میں شہد تجویز کیا، بیت المال میں شہد موجود تھا، لیکن بلا اجازت نہیں لے سکتے تھے۔ مسجد نبوی میں جا کر لوگوں سے کہا کہ "اگر آپ اجازت دیں تو تھوڑا سا شہد لے لوں"(۴۷)۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں جب حضرت عمرؓ کی احتیاط کا یہ حال تھا، تو ظاہر ہے کہ مہمات امور میں وہ کس قدر محتاط ہوں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ حکام کی نگرانی اور قوم کے اخلاق وعادات کی حفاظت نہایت اہتمام کے ساتھ انجام دیتے تھے، ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازہ پر دربان نہ رکھے گا، اہل حاجت کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ اسی کے ساتھ اس کے مال واسباب کی فہرست تیار کرا کے محفوظ رکھتے تھے اور بیت المال میں داخل کر لیتے تھے۔(۴۸)

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا، تو وہاں صرف ایک درہم موجود تھا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کو دے دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے درہم واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیا اور ابو موسیٰ شعریؓ کو بلا کر فرمایا: افسوس کہ تم کو مدینہ میں

آل عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی کمزور نظر نہ آیا۔ تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تمام امت محمدیہ کا مطالبہ میری گردن پر ہو[۴۹]۔

ایک مرتبہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) نے قیصر کی حرم کے پاس تحفہ کے طور پر عطر کی چند شیشیاں بھیجیں، اس نے اس کے جواب میں شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ گو عطر تمہارا تھا، لیکن قاصد جو لے کر گیا وہ سرکاری تھا اور اس کے مصارف عام آمدنی سے ادا کیے گئے تھے، چنانچہ جواہرات لے کر بیت المال میں داخل کر دیئے، اور ان کو کچھ معاوضہ دے دیا۔ [۵۰]

اس طرح ایک بازار میں ایک فربہ اونٹ فروخت ہوتے دیکھا، دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہے، ان سے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اس کو خرید کر سرکاری چراگاہ میں بھیج دیا تھا اور اب کچھ فربہ ہو گیا ہے، تو بیچنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چونکہ یہ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے، اس لیے تم صرف رأس المال کے مستحق ہو اور بقیہ قیمت لے کر بیت المال میں داخل کر دی۔ [۵۱]

ایک دفعہ شام کی طرف مال بھیجنا چاہا۔ روپیہ کی ضرورت ہوئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے قرض طلب کیا۔ انہوں نے کہا: آپ امیر المومنین ہیں، بیت المال سے اس قدر رقم قرض لے سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المال سے نہیں لوں گا، کیونکہ ادا کرنے سے پہلے مر جاؤں گا تو تم لوگ میرے ورثاء سے مطالبہ نہ کرو گے اور یہ بار میرے سر رہ جائے گا، اس لیے چاہتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے لوں جو میرے متروکہ وصول کرنے پر مجبور ہو۔ [۵۲]

بحرین سے مال غنیمت میں مشک و عنبر آیا اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لیے کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی، جس کو عطریات کے وزن میں دستگاہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اس کام کو کر سکتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم سے یہ کام نہیں لوں گا، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تمہاری انگلیوں میں جو کچھ لگ جائے گا، اسے اپنے جسم پر لگاؤ گی اور اس طرح عام مسلمانوں سے زیادہ میرے حصہ میں آجائے گا[۵۳]۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے عراق سے زیورات بھیجے، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی گود میں آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے محبوب بھتیجی اسماء بنت زید رضی اللہ عنہ کھیل رہی تھی۔ اس نے ایک انگوٹھی ہاتھ میں لے لی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلطائف الحیل اس سے لے کر زیورات میں ملا دی (۵۴)۔ اسی طرح عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے معرکہ جلولا کے بعد زیورات بھیجے تو آپ رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے نے ایک انگوٹھی کی درخواست کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سوال پر خفا ہوئے اور کچھ نہ دیا۔ (۵۵)

۳ : حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگرچہ طبعاً نہایت نرم تھے، بات بات پر رقّت طاری ہو جاتی تھی، اور ذاتی حیثیت سے تحمل بردباری، تساہل اور چشم پوشی آپ کا شیوہ تھا، لیکن ملکی معاملات میں انہوں نے تشدد احتساب اور نکتہ چینی کو اپنا طرز عمل بنایا۔ سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے ایک بیش قرار رقم لی، جس کو ادا نہ کر سکے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سختی سے بازپرس کی اور معزول کر دیا۔ ولید بن عقبہ نے بادہ نوشی کی، معزول کر کے علانیہ حد جاری کی۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیرانہ زندگی اختیار کی، تو انہیں بھی ذمہ داری کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا۔ اسی طرح عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ والیٔ مصر خراج میں اضافہ نہ کر سکے تو ان کو علیحدہ کر لیا (۵۶)۔

ایک فرمان میں عمال کو تحریر فرماتے ہیں:

"وَلَيُوشِكَنَّ أَئِمَّتُكُمْ أَنْ يَصِيرُوا جُبَاةً وَلا يَكُونُوا رُعَاةً، فَإِذَا عَادُوا كَذَلِكَ انْقَطَعَ الْحَيَاءُ وَالأَمَانَةُ وَالْوَفَاءُ أَلا وَإِنَّ أَعْدَلَ السِّيرَةِ أَنْ تَنْظُرُوا فِي أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ فِيمَا عَلَيْهِمْ فَتُعْطُوهُمْ مَا لَهُمْ،وَتَأْخُذُوهُمْ بِمَا عَلَيْهِمْ" (۵۷)

(قریب ہے کہ تمہارے ائمہ نگہبان ہونے کے بجائے صرف تحصیلدار ہو کر رہ جائیں جب ایسی حالت ہو جائے گی تو حیا، امانت اور وفاداری ناپید ہو جائے گی، ہاں بہتر طریقہ یہ ہے کہ تم مسلمان کے نفع ونقصان کا خیال رکھو ان کا حق ان کو دلاؤ جو ان سے لینا چاہیے وہ ان سے وصول کرے)۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے مال میں ہمیشہ ایثار سے کام لیا۔ چنانچہ اپنے زمانہ خلافت میں ذاتی مصارف کے لیے بیت المال سے ایک حبہ نہیں لیا۔ اور اس طرح گویا اپنا مقررہ وظیفہ عام مسلمانوں کے لیے چھوڑ دیا۔

۴ : حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ملکی نظم ونسق کے سلسلہ میں سب سے اہم کام عمال کی نگرانی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا خاص اہتمام مد نظر رکھا، وہ جب کسی عامل کو مقرر کرتے تھے تو اس کو نہایت مفید اور گراں بہا نصائح کرتے تھے۔ وقتاً فوقتاً عمال وحکام کے طرز عمل کی تحقیقات کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مأمور کیا تو یہ ہدایت فرمائی: ”تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی روش پر غائر نظر ڈالو۔“(۵۸)

عمال کے اسراف اور مالیات میں ان کی بد عنوانیوں کی سختی سے باز پرس فرماتے تھے۔ ایک دفعہ اردشیر کے عامل مصقلہ نے بیت المال سے قرض لے کر پانچ سو لونڈی اور غلام خرید کر آزاد کیے، کچھ دنوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ اس رقم کا مطالبہ کیا۔ مصقلہ نے کہا: خدا کی قسم! عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اتنی رقم کا چھوڑ دینا کوئی بات نہ تھی، لیکن یہ تو ایک ایک حبہ کا تقاضا کرتے ہیں اور ناداری کے باعث مجبور ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پناہ میں چلے گئے۔ جناب امیر کو معلوم ہوا تو فرمایا:

> " ما له برحه الله؛ فعل فعل السيد، وفر فرار العبد، وخان خيانة الفاجر! أما والله لو أنه أقام فعجز ما زدنا على حبسه، فإن وجدنا له شيئاً أخذناه، وإن لم نقدر على مال تركناه "(۵۹)

> (خدا اس کا برا کرے! اس نے کام تو سید کا کیا، لیکن غلام کی طرح بھاگا اور فاجر کی طرح خیانت کی۔ خدا کی قسم! اگر وہ مقیم ہوتا، تو قید سے زیادہ اس کو سزا دیتا اور اگر اس کے پاس کچھ ہوتا تو لیتا، ورنہ معاف کر دیتا)۔

اس باز پرس سے آپ رضی اللہ عنہ کے مخصوص اعزہ واقارب بھی مستثنیٰ نہ تھے، ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ عامل بصرہ نے بیت المال سے ایک بیش قرار رقم

لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چشم نمائی فرمائی تو جواب دیا کہ میں نے ابھی اپنا پورا حق نہیں لیا ہے لیکن اس کے عذر کے باوجود وہ خائف ہو کر بصرہ سے مکہ چلے گئے (۶۰)۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک نارنگی اٹھالی جناب امیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دی (۶۱)۔

ایام خلافت میں بھی زہد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا ان کے لیے دنیا کی سب سے بڑی نعمت تھی۔ ایک دفعہ عبد اللہ بن زریر نامی ایک صاحب شریک طعام تھے، دستر خوان پر کھانا نہایت معمولی اور سادہ تھا، انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کو پرند کے گوشت سے شوق نہیں ہے۔ فرمایا: ابن زریر!

"لَا يَحِلُّ لِلْخَلِيفَةِ مِنْ مَالِ اللهِ إِلا قَصْعَتَانِ: قَصْعَةٌ يَأْكُلُهَا هُوَ وَأَهْلُهُ، وَقَصْعَةٌ يَضَعُهَا بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ" (۶۲)

(خلیفہ وقت کو مسلمانوں کے مال میں سے صرف دو پیالوں کا حق ہے ایک خود کھائے اور اہل کو کھلائے اور دوسرا خلق خدا کے سامنے پیش کرے)۔

حکومت کے اہم ادارے اور ان کی ذمہ داریاں

حکومت کے اساسی وبنیادی ادارے درج ذیل ہیں۔

۱: انتظامیہ ۲ : محکمہ قضاء ۳ : محکمہ فوج

۱- انتظامیہ: درحقیقت انتظامیہ حکومتی ایک سیاسی اور اصلاحی قوت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت سے تعبیر فرمایا ہے۔ انتظامیہ پر ضروری کہ وہ سرکاری مناصب کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ریاستی اور انتظامی امور کے جتنے بھی عہدے اور مناصب ہیں، ان عہدوں اور مناصب پر اہل اور باصلاحیت اور امانت دار افراد کا تقرر کریں۔ اور یہ عہدے سیاسی رشوت اور اقربا پروری کی نذر نہ ہونے دیں ۔ کیونکہ جب کسی منصب وعہدے پر کسی نااہل اور جاہل کا تقرر ہوتا ہے، تو معاشرہ میں بدامنی، ظلم وزیادتی اور بے چینی آنا لازمی امر ہے۔ اور اس عمل کو لازمی بنائیں کہ بیوروکریٹس رشوت نہ لیں اور دباؤ میں آکر غلط فیصلے نہ کریں۔ سرکاری افسران اپنے محکمے سے ناجائز مراعات حاصل نہ کریں، ڈیوٹی پر پورا وقت دیں، دفتری اوقات میں غیر سرکاری کام نہ کریں۔

سرکاری ذرائع کو کام میں لا کر انسانی جان کا تحفظ، امن و امان، عدل و انصاف کے قیام کو یقینی بنائیں اور فتنہ وفساد، قتل وغارت ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹنگ، جعلی ادویات، کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ، ٹیکس چوری، اسمگلنگ، سودی کاروبار، ہیروئن، چرس اور دیگر نشہ آور اور مضر صحت اشیاء پر کنٹرول کریں۔ اگر اور اپنی ترجیحات میں ان کو سر فہرست نہیں رکھیں گی وہ فلاحی مملکت کے قیام میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گی۔

۲- محکمہ قضاء: اللہ تعالی نے اپنے رسولوں، صحیفوں اور کتابوں کے بھیجنے کا بنیادی مقصد قیام عدل بتایا ہے۔ جو ظالم کے ہاتھ روکنے اور مظلوم کو حق دلانے کا ذریعہ ہے، لیکن جب قضاۃ حقوق دلوانے میں ناکام ہوتے ہیں تو اللہ کے نبی ﷺ نے اس بارے میں سخت وعیدیں سنائی ہیں۔

((الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ)) (۶۳)

(قاضی تین قسم کے ہیں: ایک قسم جنت میں جائے گی اور دو قسمیں دوزخ میں، جنت کا حقدار وہ شخص ہے جس نے حق کو پہچان کر اس کے مطابق فیصلہ کیا اور جس شخص نے حق کو پہچان کر فیصلہ کرنے میں ظلم کیا وہ دوزخ میں ہے۔ اسی طرح جس شخص نے جہالت میں لوگوں کے فیصلے کیے وہ بھی دوزخ میں ہو گا)۔

محکمہ قضاء ایک اہم سرکاری شعبہ ہے۔ اگر قاضی اپنا فرض منصبی صحیح طور پر ادا کر رہا ہے۔ تو ریاست کے استحکام کا سبب ہو گا۔ وگرنہ ریاست کی تباہی اور ظالم کو قوی کرنے اور مظلوم کی آہوں میں اضافے کا باعث ہو گا۔ جس سے ریاست کے ستونوں کو ہلنے کا خطرہ لاحق ہو گا۔ قاضی کی پاس قضاء کا عہدہ امانت ہے۔ قاضی کے تقرر میں قانون سے واقفیت کا حامل ہونا اور عدل کو یقینی بنانے کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ ایسے شخص کو قضاء کا منصب نہیں سونپا جا سکتا جو کسی کے دباؤ یا لالچ وغیرہ کو خاطر میں لانے والا ہو۔ لہٰذا قانون میں مساوات کا قیام از حد ضروری ہے، اس میں دوست دشمن کی تفریق بھی کسی

طور پر قابل لحاظ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس قوم کو بزرگی نہیں دے گا اور تقدیس عطا نہیں کرے گا جس میں عدل سے فیصلے نہیں ہوتے اور غریب کا حق قوی سے نہیں لیا جاتا [۶۴]۔

۳۔ محکمہ فوج: ریاست کی حفاظت فوج کے پاس ایک عظیم امانت ہے یہی وجہ ہے کہ اگر وہ میدان جنگ یا محاذ جنگ میں مورچہ بند ہو کے ہمہ وقت اس امانت کا ہر طرح سے چوکنا ہو کر ذمہ داری ادا کر رہی ہے جو بڑے حوصلے اور عزیمت والا کام ہے اللہ نے ایمان والوں کو اس اہم ذمہ داری کی طرف ان الفاظ میں متوجہ کیا ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [۶۵]

(اے ایمان والو تم ثابت قدم رہو، ایک دوسرے کو تھامے رکھو ار جہاد کے لیے تیار رہو تاکہ تم مراد کو پہنچو)۔

اللہ نے حکم دیا ہے کہ دشمن کے مقابلے کے لئے بھرپور حربی قوت سے لیس ہو کر تیار رہو تاکہ اللہ کے دشمنوں کو اس سے خوف زدہ کر سکوں اس لیے حدیث میں اس امانت کی ادائیگی کی فضیلت ان الفاظ میں ذکر ہوئی ہے:

((رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا)) [۶۶]

(اللہ کے راستے میں ایک دن پڑاؤ ڈالنا یعنی مورچہ بند ہونا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے)۔

چونکہ حفاظتِ ریاست کی ذمہ داریوں میں کوتاہی قوم وسلطنت کی تباہی ہے اس لیے اللہ اور رسول ﷺ نے اس کوتاہی کو ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُۥٓ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَمَأْوَىٰهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴾ [۶۷]

(جو دشمن سے مد مقابل ہو جائے تو ان سے پشت مت پھیرنا۔۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہو گا جو بہت بری جگہ ہے)۔

اس ذمہ داری اور امانت سے فرار پیغمبر اسلام نے سخت ناپسند فرمایا؛ اور اسے سات مہلکات میں سے شمار کیاہے۔ارشاد نبوی ہے:((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ.. وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ)) [٦٨] (سات مہلکات سے بچو۔۔۔(ان میں سے ایک)اور قتال کے دن بھاگنے سے بچو)۔

یہ سخت ترین سزا اس لیے مقرر ہے کہ ریاست کی حفاظت ایک امانت ہے اور اس امانت میں خیانت وکمزوری ساری قوم کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔

حاصل بحث

افسوس! آج ہم اس قوت کے برکات اور نعمتوں سے محروم ہیں، قتل وغارت گری،ڈھاکہ زنی،بدامنی،بے چینی اور بدانتظامی میں روز بروز اضافہ ہورہاہے۔اگر ہم بے لاگ طریقے سے اپنا محاسبہ کرلیں،توہم یہ ضرور تسلیم کرلیں گے کہ مالی معاملات میں گڑبڑ ہمارا قومی مزاج بن چکاہے۔بلکہ یہ مزاج کچھ ایسا بگڑا ہے کہ اب ہمیں حلال کھانے میں مزہ ہی نہیں آتا۔اوپر سے نیچے تک رشوت ستانی،لوٹ مار،فراڈ اور دھوکہ دہی کی داستانیں غریب کی جھونپڑی سے لےکر امیر کے محل تک پھیلی ہوئی ہیں۔وطن فروشی، ایمان فروشیاور ضمیر فروشی میں کوئی عیب نہیں۔ چوری ڈکیتی میں کوئی شرم نہیں ۔سودی کاروباراور مال کی شدید ترین محبت جوصرف یہود کا خاصہ تھی، وہ ہماراقومی مزاج بن گئی ہے۔

یوں محسوس ہوتاہے کہ پوری قوم کرپٹ ہوچکی ہے،کوئی سرکاری سودابغیر کمیشن کے طے نہیں طے پاتا۔ہر محکمے میں رشوت کا چلن عام ہے۔تھانوں،کچہریوں،عدالتوں میں رشوت،علم کے حصول،داخلوں،امتحانات میں رشوت،امپورٹ ایکسپورٹ میں رشوت،شناختی کارڈ، پاسپورٹ بنوانے میں رشوت،ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے میں رشوت....

جب فوجی ادارے اپنے ذمہ داریوں میں زبردست کوتاہی،خیانت،غلول کرنے لگ گئے اور اپنی ہی ریاستوں پر قابض ہوجائیں گے توپھر ریاستوں کو استحکام کیسے میسر ہوگا ؟ ہر جگہ، ہر ریاست میں امت مسلمہ مصائب وآلام سے دوچار ہے اور ہر جگہ اسلامی حکومتیں دشمنوں کے نرغے میں ہے۔مصر، شام،الجزائر،پاکستان،افغانستان اور فلسطین وغیرہ اس کے واضح اور بیّن ثبوت ہیں۔ جب صاحب اقتدار کا رویہ یہ ہوجائے کہ وہ خود ظالم بن جائیں، ظلم روکنا تودور کی بات ہے۔توپھر تمام انسانی سوسائٹی کیونکر

مبتلائے عذاب نہ ہو گی، ہر جگہ انتشار اور بے اطمینانی کیوں نہ ہو گی۔ اور جب سماج اور معاشرہ اس قسم کے ظلم کی آماجگاہ بن جائے تو پھر زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔

موجودہ دور میں مسلمان ملت کی ابتری کی غالب وجوہات یہی اقربا پروری، رشوت ستانی، غلط تعلقات اور مفادات کی سیاست اور تدبیر المنزل وحکومت کی غلط پالیسیاں جس نے مسلمانوں سے احساس ذمہ داری، ایمانداری اپنانے اور فرائض منصبی ادا کرنے سے غافل کر دیا ہے، نااہلوں اور کرپٹ افسران وکارندوں کی وجہ سے اداروں کے کروڑوں اور کھربوں، اربوں کی مشینریاں، سامان، کارخانے، ادارے اور سوسائٹیاں تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں اور امت مسلمہ زبوں حالی وپریشانی کا زبردست شکار ہے۔ ہر جگہ اور ہر ادارے میں بڑے پیمانے پر تباہی وبربادی نظر آرہی ہے اور ہر سو قیامت برپا ہے۔ جس سے مخبر صادق ﷺ نے بہت پہلے ہی خبر دار کر دیا ہے۔

جب حالات ایسے ہوں تو ملک میں امن وسلامتی، معاشی ترقی اور خوش حالی کیسے آئی گی؟ جب مناصب بیچے اور خریدے جاتے ہوں، ذمہ داریوں سے جی چرایا جاتا ہو، نااہلوں کو امانتیں سونپی جاتی ہوں، مظلوموں کے حقوق سے آنکھیں بند کی جاتی ہوں، ظالموں کی طرف داری کی جاتی ہوں اورانسانی حقوق پامال کرتے ہوئے عدل وانصاف کا خون کیا جاتا ہو۔

بخدا! آج ہماری قومی اور بین الاقوامی بگاڑ کی خاص وجہ صرف اور صرف امانت میں خیانت ہے۔ آج نظام کی خرابی صرف اور صرف قرآن اور نبی پاک ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے اور نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل اور بے صلاحیت لوگ عہدوں پر براجمان ہو جاتے ہیں اور ادارے ہوں یا حکومت سارا نظام برباد ہو جاتا ہے۔ جب تک ظلم کا خاتمہ نہیں کیا جاتا تو معاشرے میں امن وسکون نہیں آسکتا اور ظلم وظالم کی وجہ سے معاشرے کے تمام لوگ مبتلائے عذاب ہوں گے۔

موجودہ دور سائنسی انقلاب اور تمام تر ترقیوں کے باوجود ایک بڑے خطرناک طوفان کی خبر دے رہے ہیں اور یہ حضرت انسان ایسی خرابیوں میں گرفتار ہو چکا جو خود اس سے حل نہ ہونے والا ہے۔
بقول اقبال:

ڈھونڈھنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرنہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع وضرر کرنہ سکا
جس نے سورج کے شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کرنہ سکا[۶۹]

ان ساری خرابیوں کا علاج صرف اسی میں پنہاں ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی قومی اور ملی ہر قسم کے منصب، عہدہ اور ذمہ داری میں ایمان داری اور ادائے امانات کا فریضہ صحیح طور پر ادا کریں، یعنی حکومت کے عہدوں پر صرف انہی لوگوں کو مقرر کریں جو صلاحیت کار امانت و دیانت کی رو سے اس عہدے کے لئے سب سے بہتر نظر آئیں، دوستی اور تعلقات یا محض سفارش یا رشوت کو آڑے نہ آنے دیں ورنہ نتیجہ یہ ہو گا کہ نااہل نا قابل، خائن اور ظالم لوگ عہدوں پر قابض ہو جائیں گے، پھر اگر کوئی چاہے بھی کہ سرکاری مناصب کے لئے جائز ذرائع عدل و انصاف استعمال کرنا چاہے تو یہ ناممکن ہو جائے گا کیونکہ یہ عہدہ داران حکومت ہی حکومت کے ہاتھ پیر ہوتے ہیں، جب یہ خائن ہو جائیں یا نااہل ہوں تو عدل و انصاف کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱) ابن منظور، لسان العرب، ص: ۱۲/۱۴۱، الطبعة الثالثة، دار صادر، بيروت، ١٤١٤ هـ

۲) الزّبيدي، تاج العروس من جواہر القاموس، ص:۴/۲۸۱، دار الهداية

۳) الدکتور أحمد مختار عمر، معجم اللغة العربية المعاصرة، ص:۵۴۰، عالم الكتب، القاهرة ۲۰۰۸

۴) المعجم الوسیط، مجمع اللغة العربية بالقاهرة، ص:۲/۹۲۴، دارالدعوة

۵) ابن منظور، لسان العرب، ص: ۸/۹۶

۶) ابن قیم، إعلام الموقعین، ۳/۱۱۷، دارالکتب العلمية، بیروت

۷) سورۃ النساء:۵۸

۸) ابن العربی، حکام القرآن، ص:۱/۴۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۸م

۹) مفتی شفیع، معارف القرآن، ص:۲/ ۴۴۶ ، ادارہ معارف القرآن، ۲۰۰۶ء

۱۰) ابوالأعلی مودودی، تفہیم القرآن، ص:۲/۱۳۴، اسلامک پبلی کیشن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۳ء

۱۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۲۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت

۱۲) صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۵۶۱، :الناشر: دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، ١٤٢٢هـ

۱۳) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۲۰

۱۴) ﴿قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾ سورۃ البقرۃ:۲۴۷

۱۵) ﴿قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾ سورۃ یوسف:۵۵

۱۶) ﴿اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾ سورۃ القصص:۲۶

۱۷) مسند أحمد، مسند ابی ہریرۃ، حدیث نمبر ۸۶۸۷، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، ۲۰۰۱م

۱۸) مسند أحمد، مسند ابی ہریرۃ، حدیث نمبر ۸۷۲۹

۱۹) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۱۴، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت

۲۰) صحیح بخاری، حدیث نمبر ۸۵۹

۲۱) مسند أحمد، مسند حذيفة بن اليمان، حدیث نمبر ۲۳۳۷۷

۲۲) مسند أحمد، مسند ابی ہریرۃ، حدیث نمبر ۷۸۸۷

۲۳) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۶

۲۴) المعجم الکبیر، الطبرانی حدیث نمبر ۱۱۲۱۶، دار النشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة

۲۵) مسند أحمد، مسند ابی بکر، حدیث نمبر ۲

۲۶) ابن کثیر، مسند الفاروق، ص: ۲/ ۵۳۷، دار النشر: دارالوفاء، المنصورة

۲۷) ابن کثیر، مسند الفاروق، ص: ۲/ ۵۳۷

۲۸) البیہقی، السنن الکبری، حدیث نمبر ۲۰۴۷۴، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، ١٤٢٤ هـ

۲۹) صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۰۶۴

۳۰) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۲۷

۳۱) البیہقی، شعب الإیمان، حدیث نمبر ۷۲۶۹، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، الطبعة الأولى، ١٤٢٣ هـ-٢٠٠٣ م

۳۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۳۰

۳۳) مسند احمد، حدیث عدی بن عمیرہ الکندی، حدیث نمبر ۱۷۷۱۷

۳۴) مسند احمد، حدیث مستورد بن شداد، حدیث نمبر ۱۸۰۱۷

۳۵) سنن ابو داؤد، حدیث نمبر ۱۱۷۶

۳۶) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۳۰

۳۷) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۹

۳۸) مسند أحمد، حدیث مقداد بن الأسود، حدیث نمبر ۲۳۸۱۵

۳۹) سورۃ النساء: ۸۵

۴۰) مسند أحمد، حدیث ابي موسى الأشعری، حدیث نمبر ۱۹۷۰۶

۴۱) مسند أحمد، مسند ابي بكر الصديق، حدیث نمبر ۲۱

۴۲) ابن سعد، الطبقات، ص: ۳/ ۱۳۷، دار صادر بيروت، الطبعة الأولى، ١٩٦٨ م

۴۳) ابن سعد، الطبقات، ص: ۳/ ۱۳۷

۴۴) ابن سعد، الطبقات، ص: ۳/ ۱۳۷

۴۵) القاضی أبو یوسف، کتاب الخراج، ص: ۶۷، دار المعرفة بيروت لبنان بولاق عام ۱۳۰۲ھ

۴۶) علی متقی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، ص: ۶/ ۳۵۰، مؤسسة الرسالة

۴۷) ابن سعد، الطبقات، ص: ۳/ ۱۹۹

۴۸) محمد بن جریر الطبری، تاریخ الطبری ،ص:۴/۲۴۱ دار التراث بیروت، الطبعة الثانية - ۱۳۸۷ ھ

۴۹) کنز العمال، ص:۶/۳۶۰

۵۰) کنز العمال، ص:۶/۳۵۷

۵۱) کنز العمال، ص:۶/۳۵۷

۵۲) ابن سعد ، الطبقات، ص:۳ /۱۹۹

۵۳) کنز العمال، ص:۶/۳۶۰

۵۴) کنز العمال، ص:۶ /۳۵۰

۵۵) کنز العمال، ص:۶ /۳۶۰

۵۶) محمد بن جریر الطبری، تاریخ الطبری، ص:۴/۲۴۵

۵۷) محمد بن جریر الطبری، تاریخ الطبری، ص:۴/۲۴۵

۵۸) القاضي أبو یوسف، کتاب الخراج، ص:۲۶۷

۵۹) محمد بن جریر الطبری، تاریخ الطبری، ص:۵/۱۳۰

۶۰) محمد بن جریر الطبری، تاریخ الطبری، ص:۴ /۶۹

۶۱) ابن شیبه،مصنف ابن شیبه، ص:۶/۴۵۸ مكتبة الرشد،الرياض

۶۲) مسند أحمد، مسند علی بن طالب، حدیث نمبر ۵۷۸

۶۳) سنن ابو داؤد، حدیث نمبر ۱۸۰

۶۴) الطبرانی،الطبرانی الکبیر، ص: ۲ /۱۹، مكتبة ابن تيمية،القاهرة

۶۵) سورۃ آل عمرآن :۲۰۰

۶۶) صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۶۳

۶۷) سورۃ الأنفال:۱۶

۶۸) صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر ۴۲

۶۹) اقبال، ضرب کلیم، ص:۹۳، ”زمانہ حاضر کا انسان“،۱۹۹۶ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن۔

* *